ممتاز قادری کیس کے تناظر میں

شاتم رسول کو مارنے والے کی سزا کا شرعی حکم

جدید تعلیم یافتہ حضرات کے اعتراضات وشبہات کے شافی جوابات اور
پاکستانی عدلیہ، انتظامیہ اور مقنّنہ کے غیر شرعی فیصلوں کے اسباب کا جائزہ

ڈاکٹر محمد امین



مکتبہ البرہان
180 پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 54570

ممتاز قادری کیس کے تناظر میں

شاتم رسول کو مارنے والے کی سزا کا شرعی حکم

جدید تعلیم یافتہ حضرات کے اعتراضات وشبہات کے شافی جوابات

اور

پاکستانی عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے غیر شرعی فیصلوں کے اسباب کا جائزہ

ڈاکٹر محمد امین

مکتبہ البرہان

180 پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 54570

Email:ermpak@hotmail.com 0322-6871909:فون

نام کتاب: شاتم رسول کو مارنے والے کی سزا کا شرعی حکم
ممتاز قادری کیس کے تناظر میں

مصنف: ڈاکٹر محمد امین

ایڈیشن: باراوّل

سن طباعت: دسمبر 2015ء

☆☆☆☆ ملنے کا پتہ ☆☆☆☆

مکتبہ البرہان

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون: 0322-6871909 Email:ermpak@hotmail.com

فہرست مضامین

مبحث پنجم

☆☆......☆☆☆......☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مبحث اول

گستاخ رسول ﷺ اور شاتم رسول ﷺ کے حوالے سے شرعی قانون

پاکستان کے سارے مکاتب فکر کے علماء کرام (یعنی حنفی بریلوی، حنفی دیوبندی، اہل حدیث اور اہل تشیع سب) اس پر متفق ہیں کہ قرآن وسنت، اسوۂ رسول اکرم ﷺ، اسوۂ صحابہ کرامؓ اور امت کے ۱۴۰۰ سالہ تعامل واجماع کے نتیجے میں گستاخ رسول اور شاتم رسول ﷺ کے حوالے سے اسلامی اور شرعی قانون یہ ہے:

☆ نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنے والے کی سزا حداً قتل ہے۔

☆ یہ سزا مسلمان حکومت کو دینی چاہیے۔ تاہم اگر حکومت یہ سزا نہ دے یا اس میں لیت ولعل سے کام لے اور تاخیر کرے اور اس دوران کوئی مسلمان اشتعال میں آکر ایسے شاتم کو قتل کردے تو وہ مستحق سزا نہیں ہوگا۔

☆ عدالت تفتیش کرسکتی ہے اگر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ شاتم واقعتاً توہین رسالت کا مرتکب ہوا تھا اور ملزم نے اسی بناء پر اسے قتل کیا تو وہ اسے سزا نہیں دے گی۔ اس کے برعکس اگر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مقتول نے توہین رسالت نہیں کی تھی یا قاتل نے اسے کسی دوسری وجہ سے قتل کیا ہے تو دونوں صورتوں میں وہ قاتل کو سزائے موت یا دوسری سخت سزا دے سکتی ہے۔ یہ فیصلہ کہ گستاخی ہوئی یا نہیں، وہی کرسکتے ہیں جو شریعت کے ماہر ہوں۔

یہ شرعی قانون جن آیات، احادیث، اسوۂ رسول اکرم ﷺ، اسوۂ صحابہ کرامؓ اور تعامل و اجماع امت سے ثابت ہوتا ہے ان کا ذکر آگے آرہا ہے لہٰذا موضوع کی سلاست اور طوالت وتکرار سے بچنے کی خاطر ہم یہاں ان کا ذکر نہیں کررہے۔

مبحث دوم

قانون توہین رسالت کی حکمتیں اور جواز

اسلام کا لفظی مطلب ہے سر تسلیم خم کردینا، جھک جانا، مطیع ہو جانا اور اصطلاحاً اس سے

مراد ہے اپنی رائے اور مرضی چھوڑ کر اللہ کی رضا اور حکم کو بلا چوں و چرا، بلاشروط وحدود تسلیم کر لینا اور اس کی اطاعت کرنا۔ اس سے فاعل مسلم ہے یعنی مسلم وہ شخص ہے جو اپنی رائے اور اپنی مرضی سے، برضائے خود، دست بردار ہو کر بلاشروط وحدود اللہ کی رضا کو اپنا لے، اس کی پرستش کرے، اس کی بات مانے، اس کے حکم پر چلے اور اس کا مطیع ہو جائے۔

گویا ایک مسلم کا منہج ہوتا ہے "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا"، یعنی جو حکم بھی اللہ ورسول کی طرف سے آئے وہ سر آنکھوں پر۔ مسلمان کا کام ہے، حکم بجالانا، خواہ اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے ...... یہ الگ بات ہے کہ اللہ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور اس کا ہر حکم انسانوں کے فائدے ہی کے لیے ہوتا ہے، اگرچہ بعض اوقات فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہ بھی آئے جیسے حدیبیہ کے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا جو فوری طور پر مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن بعد میں اس کے اچھے نتائج کو دیکھ کر سمجھ میں آ گیا۔

اسی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو یہ قانون بنایا ہے کہ رسول ﷺ کی اہانت اور گستاخی کرنے والے کی گردن ماردی جائے تو یہ قانون برحق ہے، سچا ہے اور ہمارے لیے واجب العمل ہے، خواہ اس کی حکمت اور جواز ہماری سمجھ میں نہ بھی آئے لیکن یہ اللہ ورسول کی مہربانی ہے کہ انہوں نے بالعموم اجرائے حکم کے بعد اس کی حکمت بھی بتا دی ہے تاکہ لوگ اطمینانِ ذہن وقلب اور دلی خوشی سے اللہ ورسول کے احکام کا اتباع کر سکیں۔ چنانچہ آیئے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پیغمبر کی اہانت اور گستاخی کرنے اور اسے ایذا پہنچانے والے کو کیوں معاف نہیں کیا اور کیوں اس کے لیے سخت ترین سزا (یعنی سزائے موت) کا حکم دیا۔

قرآنی تعلیمات

اگر ہم ذرا غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے مسلمان ہونے کا انحصار نبی کی ذات پر ہوتا ہے۔ نبی آ کر بتاتا ہے کہ اللہ ایک ہے تو ہم توحید کو مانتے ہیں۔ نبی بتاتا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے تو ہم اسے کتاب اللہ مانتے ہیں۔ گویا ہمارے ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا ذریعہ نبی ہے اور ہمارے مسلمان ہونے کا انحصار نبی کی ذات پر ہوتا ہے۔ تو ہم مسلمان ہو نہیں سکتے، ہم مسلمان رہ نہیں سکتے، ہم بطور مسلمان زندگی گزار نہیں سکتے، ہم دنیا وآخرت میں کامیاب ہو نہیں سکتے جب تک ہم نبی کو نہ مانیں، اسے سچا نہ سمجھیں، اس کا احترام نہ کریں، اس

سے محبت نہ کریں اور اس کی اطاعت نہ کریں اور چونکہ یہ سب انتہائی بنیادی باتیں تھیں، ضروریاتِ دین میں سے تھیں بلکہ اصلِ دین اور حاصلِ دین تھیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان سب کے بارے میں خصوصی احکام نازل فرمائے۔

نبی کریم ﷺ کے احترام کے بارے میں آیات

۱۔ عزت ووقار کی مستحق اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے

﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (المنافقون ۶۳:۸)

۲۔ مسلمانوں کو عام آدمیوں کی طرف آپ ﷺ کا نام لے کر پکارنے سے منع کر دیا گیا

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور ۲۴:۶۳)

۳۔ جاہلوں کی طرح گھر کے باہر کھڑے ہو کر آپ ﷺ کو آوازیں دینے سے منع کر دیا اور انتظار کا حکم دیا کہ آپ جب خود باہر تشریف لائیں تو ملاقات کرو۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحجرات ۴۹:۴۔۵]

۴۔ آپ ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (الحجرات ۴۹:۲۔۴)

۵۔ آپ ﷺ کے سامنے آہستہ بولنے والے کو مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (الحجرات ۴۹:۳)

۶۔ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب ۳۳:۵۶)

۷۔ آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (آل عمران ۳:۳۲)

۸۔ آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کا محبوب بننے کا ذریعہ ہے

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران ۳:۳۱)

گستاخیِ رسول کی سزا کے بارے میں آیات

رسول اکرم ﷺ کی محبت واطاعت کا اچھی طرح درس دینے کے بعد ان تعلیمات کی خلاف ورزی کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ آپ ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بولنے والے کے اعمال ضائع

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ (الحجرات ۴۹:۲۔۴)

۲۔ آپ ﷺ کے فیصلوں کو نہ ماننے والا مسلمان نہیں، کافر ہے

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء ۴:۶۵)

۳۔ اللہ ورسول کے مقابلے میں مال ودولت اور اولاد وخاندان کو ترجیح دینے والا فاسق وجہنمی ہے

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ

اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبۃ ۹:۲۴)

۴۔ جو آپ ﷺ کی مخالفت کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَ ت مَصِيْرًا﴾

(النساء ۴:۱۱۵)

۵۔ نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے کی سزا جہنم ہے

﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (التوبہ ۹:۶۱)

۶۔ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْىُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبہ ۹:۶۳)

۷۔ نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے والے پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور عذاب

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (الاحزاب ۳۳:۵۷)

۸۔ اللہ و رسول سے لڑنے اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کے قتل کا حکم

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (المائدۃ ۵:۳۳)

۹۔ رسول ﷺ کو ایذا پہنچانے اور دین کا راستہ روکنے والوں سے جنگ کا حکم

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُ وْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ0 قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ

مُّؤْمِنِیْنَO وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ﴾ (التوبۃ ۹: ۱۳-۱۵)

احادیث رسول ﷺ

اس موضوع پر قرآنی آیات کے مطالعہ کے بعد اب آیئے احادیث مبارکہ کی طرف:

نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے سے متعلق احادیث

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم مجھے اپنی جان، مال، اولاد سب سے بڑھ کر عزیز نہ جانو۔

" لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ" (صحیح البخاری: ۱۵)

۲۔ آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْرًا" (صحیح مسلم: ۴۰۸)

۳۔ آپ ﷺ پر ہر وقت درود پڑھنے کی تحسین

" أَجْعَلُ لَکَ صَلَاتِیْ کُلَّهَا قَالَ: إِذًا تُکْفَی هَمَّکَ، وَیُغْفَرُ لَکَ ذَنْبُکَ" (جامع الترمذی: ۲۴۵۷)

شاتمین کو سزا دینے سے متعلق احادیث/اُسوۂ رسول ﷺ

اس کے باوجود کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، نرم دل تھے، دوسروں پر شفیق اور مہربان تھے، آپ ﷺ نے اشاعت ونصرت دین کی خاطر ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے اور آپ ﷺ کے خلاف اور دین کے خلاف پروپیگنڈا اور سازشیں کرتے تھے۔

۱۔ آپ ﷺ کے کہنے پر محمد بن مسلمہؓ نے یہودی شاتم رسول کعب بن اشرف کو قتل کر دیا اور جب اس کے قبیلے کے لوگ شکایت لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی اللہ ورسول کو ایذا دے گا اور ان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرے گا، مارا جائے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ لِکَعْبِ

بْنِ الْأُشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ أَذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ...... الخ (صحیح بخاری:۴۰۳۷ وطبقات ابن سعد:۲/۳۴)

۲۔ رسول رحمت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کی سربراہی میں انصاری صحابہ کو بھیجا جنہوں نے ابورافع یہودی کو قتل کیا کیونکہ وہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچایا کرتا تھا۔(صحیح بخاری:۴۰۳۹)

۳۔ ایک عورت آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری اس دشمن سے کون بدلہ لے گا چنانچہ حضرت خالد بن ولید گئے اور جا کر اسے قتل کر دیا۔(مصنف عبد الرزاق:۹۷۰۵)

۴۔ حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مشرک نے آپ ﷺ کو گالی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اس دشمن سے بدلہ کون لے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا: میں یا رسول اللہ ﷺ! چنانچہ آپؓ نے اسے للکارا اور قتل کر دیا۔(مصنف عبدالرزاق:۹۴۷۷)

۵۔ اگرچہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا لیکن شاتمین میں سے چار مردوں اور دو عورتوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے ہوں تو بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان میں سے عبداللہ بن خطل کعبہ سے چمٹا پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔ ایک لونڈی بھی قتل کی گئی۔ باقی لوگوں نے معافی مانگ کر اسلام قبول کر لیا۔(صحیح بخاری:۱۸۴۶؛ سنن نسائی:۱۰۷۲)

قتل شاتم: نہ دیت، نہ قصاص بلکہ تحسین

شاتمین کے قتل کے جتنے واقعات ہم نے سطور بالا میں باحوالہ درج کیے ہیں، ان سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں، ایک یہ کہ آپ ﷺ نے کئی شاتمین کو خود قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ دوسرے یہ کہ ان تمام واقعات میں نبی رحمت اور نبی عدل ﷺ نے شاتم رسول کو مارنے والے کسی صاحب کی مذمت نہیں کی، اسے غلط نہیں کہا، اسے سزا نہیں دی اور مطالبے کے باوجود قصاص اور دیت نہیں دلوائی بلکہ ایک واقعے میں جس میں آپ ﷺ کے نابینا صحابی حضرت عمیرؓ بن عدی نے عصماء بن مروان نامی خاتون کو قتل کر دیا تھا جو آپ کی شان میں ہجو یہ اشعار کہتی تھی اور آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتی تھی تو آپؐ نے اس کی تحسین کی اور فرمایا کہ اس نے اللہ و رسول کی مدد کی ہے اور حضرت عمرؓ کے یہ

کہنے پر کہ عمیر نے اندھا ہونے کے باوجود کیسی غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا، آپؐ نے فرمایا: اسے اندھا نہ کہو کہ وہی تو درحقیقت بصارت والا ہے۔ کعب بن اشرف کو قتل کرنے والوں کی تحسین کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا تھا "أفلحت الوجوه" اور حضرت زبیرؓ کے شاتم کو قتل کرنے پر آپ ﷺ نے انہیں مقتول کی سَلب (ہتھیار وغیرہ) عطا کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ (طبقات ابن سعد: ۲/۳۴ اور واقدی، المغازی: ۱/۱۶۱)

اسوۂ صحابہ کرامؓ

قرآن وسنت کی انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنی جان، مال، اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرتے تھے اور آپ کا پسینہ، بال، ناخن یہاں تک کہ لباب دہن بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور آپؐ کو دیکھنا، آپؐ کو چھونا، آپ ﷺ کی باتیں سننا اور ان پر عمل کرنا ان کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز تھا۔ اور اگر کوئی بدبخت آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو صحابہ کرامؓ اس کو برداشت نہ کرتے تھے اور اسے جان سے مار دیتے تھے چنانچہ احادیث سے ہمیں مندرجہ ذیل شاتمین کے قتل کے واقعات ملتے ہیں:

۱۔ ایک نابینا صحابی نے اپنی بیوی (ام ولد یعنی بچوں کی ماں رلونڈی) کو قتل کر دیا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کو سب وشتم کرتی تھی۔ (سنن نسائی: ۴۰۷۴؛ سنن ابی داؤد: ۴۳۶۱)

۲۔ حضرت عمرؓ بن امیہ نے اپنی مشرکہ بہن کو مار دیا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ (مجمع الزوائد: ۶/۲۶۰)

۳۔ ایک یہودی عورت آپ ﷺ کو گالیاں دیتی تھی تو ایک صحابی نے اسے گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔

"أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ دَمَهَا" (السنن الکبریٰ: ۷/۶۰؛ سنن ابی داؤد: ۴۳۶۲)

۴۔ نابینا صحابی حضرت عمرؓ بن عدی خطمی نے اپنے قبیلے (بنوخطمہ) کی ایک عورت کو اس حالت میں قتل کر دیا جب وہ رات کے وقت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کیونکہ وہ آپ ﷺ کو سب وشتم کیا کرتی تھی۔ (مجمع الزوائد: ۶/۲۶۰؛ ابن تیمیہ، الصارم المسلول: ۹۴، واقدی: ۱/۶۴)

۵۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص کو قتل کر دیا جو ایک مقدمے میں آپ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا اور فریق ثانی کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کے لیے آیا۔ اور وحی نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کی تصویب فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۸۹، تفسیر در منثور: ۲/۵۸۶)

سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین اور مؤرخین نے صحابہ کرام کے ہاتھوں شاتمین کے قتل کے دوسرے بھی ایسے کئی واقعات نقل کیے ہیں لیکن ہم اِن چند اہم اور ثقہ واقعات کے ذکر پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

دور صحابہ کرامؓ کے بعد

رسول کریم ﷺ سے یہی محبت صحابہ کرامؓ سے امت کو منتقل ہوئی اور مسلمان صرف اس لیے ایک امت ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں۔ دنیا کا ہر مسلمان...... گناہ گار سے گناہ گار مسلمان...... آپ ﷺ سے شدید محبت کرتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت پہ جان نچھاور کرنا اپنے لیے اعزاز اور افتخار سمجھتا ہے۔ چنانچہ جب بھی اور جہاں بھی کسی بد بخت نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا یا تو اسے مسلم حکومت نے موت کی سزا دے دی یا کسی مسلمان نے اسے مار دیا اور اس دوسری صورت میں کبھی کسی مسلم حکومت نے شاتم رسول کو مارنے والے کو سزا نہیں دی۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ امت نے کبھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کسی نبی کاذب کو بھی برداشت نہیں کیا۔ ایسا دعویٰ کرنے والے کو یا تو مسلم حکومت نے کیفر کردار کو پہنچا دیا یا کسی مسلمان نے۔ یہی وجہ ہے کہ جب برصغیر میں علامہ اقبال نے علماء کرام کی حمایت میں غلام احمد قادیانی کی نبوت کی مذمت کی تو پنڈت نہرو نے علامہ اقبال پر ٹانٹ کرتے ہوئے کہا کہ میں تو تمہیں یورپ پلٹ روشن خیال مسلمان سمجھتا تھا، تم بھی روایتی مولویوں کی طرح انتہا پسند نکلے۔ اقبال نے جواب دیا: ہاں! میں انتہا پسند ہوں اس لیے کہ یہ میری امت کی بقاء کا مسئلہ ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی ماننے سے میری امت ٹوٹتی ہے لہٰذا میں اسے کیسے برداشت کر سکتا ہوں؟

جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی، توہین رسالت کے حوالے سے امت کا یہی رویہ رہا۔ ائمہ اربعہ، اہل الحدیث، اہل التشیع سب کا یہی متفقہ موقف رہا کہ شاتم رسول مباح الدم ہے چنانچہ ہمیشہ شاتم رسول کا سر قلم ہوتا رہا۔ بعض اوقات لوگ جوش ایمانی میں اشتعال میں آ کر حکومت اور عدالت سے سبقت لے کر بھی شاتم کو جہنم واصل کر دیتے تھے تو حکومت انہیں کچھ نہ کہتی تھی۔

لیکن جب عالم اسلام پر نکبت چھا گئی، مغربی استعمار نے مسلم ممالک پر قبضہ کرلیا اور امت غلام ہو گئی تو ظاہر ہے کہ کافر کیوں اس اسلامی قانون پر عمل کرتے؟ چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں انگریزی دور حکومت میں جب بھی کسی دریدہ دہن نے گستاخی رسول ﷺ کی، کسی نہ کسی مسلمان نے اسے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ ان میں سے ایک مشہور واقعہ لاہور کے غازی علم الدین شہیدؒ کا ہے جو اقبال و جناح کے زمانے میں پیش آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس کا مقدمہ لڑا اور اسے بچانے کی کوشش کی جبکہ اقبال نے حسرت سے کہا: ''ہم جیسے لوگ سوچتے ہی رہ گئے اور بڑھیوں کا لڑکا بازی لے گیا۔'' مطلب یہ کہ شاتم کو مارنے کی سعادت ہمیں نہ مل سکی اور ان پڑھ ترکھان (کارپینٹر) لڑکا یہ سعادت حاصل کرگیا۔ غازی علم الدین آج بھی مسلمانانِ پاکستان، اہلِ پنجاب اور اہلِ لاہور کا ہیرو ہے اور میانی صاحب کے قبرستان میں اس کا مزار مرجع خلائق ہے۔

یہ ہے شاتم رسول کے حوالے سے ہم مسلمانوں کی روایت۔ اس پس منظر میں جب سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی، ایک غیر مسلمہ سزایافتہ شاتمۂ رسول سے اظہار یکجہتی و ہمدردی کیا، توہین رسالت کے قانون کو ظالمانہ اور کالا قانون کہا اور اسے منسوخ کرانے کا عندیہ ظاہر کیا تو لوگوں میں اشتعال پھیل گیا۔ علماء نے اس کے خلاف توہین رسالت کے فتوے دیے اور اس سے اپنی حرکات سے باز آنے اور توبہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن وہ برسرِ عام میڈیا پر اپنے موقف کو دہراتا رہا اور اس نے علماء کی بھی توہین کی۔ لوگوں نے اس کے خلاف توہین رسالت کا مقدمہ درج کرانے کی کوشش کی جو پولیس نے اس لیے نہ کیا کہ بحیثیت گورنر اسے دستور پاکستان کے تحت قانونی تحفظ واستثناء حاصل تھا۔ زرداری صاحب کی پیپلز پارٹی کی حکومت نے بھی اسے نہیں روکا اور نہ اس کے خلاف کوئی کاروائی کی۔ ان حالات میں اس کے محافظوں میں سے ایک ممتاز حسین قادری نے اپنے جوش ایمانی اور اشتعال میں آکر اس شاتم رسول کو قتل کردیا۔

اسلامی قانون اور روایت کے مطابق پاکستان کے سارے مسالک کے علماء کرام کا متفقہ موقف یہ ہے کہ ممتاز حسین قادری نے شاتم رسول کو جہنم واصل کر کے کوئی جرم نہیں کیا، اسے سزا نہیں دی جاسکتی لیکن پاکستان کی انتظامیہ (سیاستدان، فوجی اور سول بیورکریسی) عدلیہ، مقنّنہ، میڈیا اور جدید تعلیم یافتہ سیکولر و لبرل حضرات کا موقف یہ ہے کہ وہ قاتل ہے، اسے سزا ملنی چاہیے اور عدالت نے بالفعل اسے سزائے موت سنا بھی دی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ریاستی اداروں، میڈیا اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کا موقف اسلامی قانون اور علماء کرام کے موقف کے خلاف کیوں ہے؟ ہماری رائے میں اس کی وجہ ہے ان لوگوں کو شریعت اسلامیہ کا علم نہ ہونا، ان کا مغربی فکر وتہذیب سے مرعوب ومتاثر ہونا اور مغربی حکومتوں کا دباؤ اور پروپیگنڈا۔ چنانچہ اگلے مبحث میں ہم بتائیں گے کہ اس حوالے سے مغربی تہذیب کے نظریات کیا ہیں اور طاقتور مغربی ممالک توہین رسالت کے حوالے سے کیوں اور کیسے ہمارے ریاستی اداروں اور افراد وطبقات پر اثر انداز ہو رہے ہیں!

مبحث سوم

ا۔ مغربی تہذیب کی فکری اساسات مذہب اور اسلام مخالف ہیں

مغربی دنیا کے قانون توہین رسالت کے خلاف ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے بنیادی نظریات مذہب اور خصوصاً اسلام مخالف ہیں۔ یہ بات اس وقت آسانی سے سمجھی جا سکتی ہے جب آدمی انسانی تاریخ پر نظر ڈالے اور یہ دیکھے کہ دنیا کی بڑی آبادی اور قومیں اور تہذیبیں ہمیشہ ہمیں دو گروہوں میں بٹی نظر آتی ہیں۔ کچھ لوگ آسمانی مذاہب اور خدا، رسول وآخرت کو مانتے ہیں تو دوسری طرف ایسے افراد، قومیں اور تہذیبیں بھی ہیں جو خدا، رسول، آخرت اور مذہب کا انکار کرتی ہیں اور ان کے ہاں افراد اپنی مرضی، اپنی عقل اور اپنی خواہشاتِ کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ یہ دونوں طرح کے نظریات یا تہذیبیں ظاہر ہے ایک دوسرے کے متضاد اور مخالف ہیں اور ہمیشہ حق وباطل میں کشمکش کو جنم دیتی رہی ہیں۔

مغربی تہذیب بنیادی طور پر مذہب مخالف اور بے خدا تہذیب ہے۔ اس کے علم بردار ممالک کے عوام اگرچہ مذہباً اب بھی برائے نام عیسائی ہیں لیکن یہ تہذیب چونکہ پاپائیت کو شکست دے کر غالب آئی ہے لہٰذا اس نے مذہب کو کونوں کھدروں میں دھکیل دیا ہے اور نظام اجتماعی یعنی معاشرے اور ریاست کی زندگی کو خالص ملحدانہ اور عقل وخواہشات نفس کی بنیاد پر منظم کیا ہے۔ جس تناظر میں ہم یہ بحث کر رہے ہیں، اس میں مغربی تہذیب کے چار بنیادی نظریات ایسے ہیں جو اس موضوع سے متعلق ہیں:

ہیومنزم

یعنی انسان اس کائنات کی مرکزی اور مقدس ترین ہستی ہے۔ ہیومنزم کی تحریکِ احترام آدمیت سے شروع ہوئی اور تقدیس آدمیت اور الوہیت انسانی پر منتج ہوئی۔ جب اس نے موجودیت (Existentialism) کی شکل اختیار کی تو نطشے نے کہا کہ خدا مر چکا ہے اور سارتر نے کہا کہ ہم انسانوں نے بڑی مشکل سے خدا اور مذہب سے لڑ کر انسان کی آزادی اور خودمختاری کی جنگ جیتی ہے لہٰذا ہمیں خدا جیسے کسی عفریت کی کوئی ضرورت نہیں جو ہم پر اپنی مرضی اور قوانین پھر سے مسلط کر دے۔ یوں ہیومنزم نے خدا کا انکار کر کے اس کی جگہ انسان کی خدائی کا اعلان کر دیا۔

سیکولرزم

جب ہیومنزم نے مغربی معاشرے میں پیر جمانے شروع کیے تو عوام میں اضطراب پیدا ہوا کہ لوگ برے بھلے جیسے بھی تھے، عیسائی تو تھے اور مذہب کو مانتے تو تھے۔ اس کا حل مغربی مفکرین نے سیکولرزم کی صورت میں نکالا کہ جس نے خدا اور مذہب کو ماننا ہے وہ اپنی ذاتی زندگی میں مان لے لیکن جہاں تک معاشرے اور ریاست کا تعلق ہے، خدا اور مذہب کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ معاشرے اور ریاست کی اجتماعی زندگی میں دخل دے، چنانچہ سیاسی، معاشی، معاشرتی، قانونی، عدالتی، تعلیمی۔۔۔ غرض سارے شعبہ ہائے زندگی سے خدا اور مذہب کو نکال باہر کیا گیا۔

لبرل ازم

ہیومنزم اور سیکولرزم کا لازمی نتیجہ لبرل ازم کی صورت میں نکلا یعنی یہ کہ انسان آزاد ہے، اس کی آزادی کو کوئی خدا، کوئی مذہب اور کوئی اصول مشروط و محدود نہیں کر سکتا۔ گویا اردو محاورے کے مطابق انسان مادر پدر آزاد ہے۔ جو چاہے سوچے، جو چاہے کرے۔ وہ خودمختار ہے کوئی اس کو روک ٹوک نہیں سکتا۔ وہ چاہے تو لباس پہنے نہ چاہے تو نہ پہنے۔ چاہے تو نکاح کرے اور چاہے تو بغیر نکاح کے بچے پیدا کرتا رہے۔ چاہے تو کوک پیئے اور چاہے تو شراب، چاہے تو چکن کھائے اور چاہے تو خنزیر۔ وہ کسی خدا کا عبد نہیں، کسی رسول کا مطیع نہیں اور رہی آخرت تو وہ کس نے دیکھی ہے؟

بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر

ہیومنزم، سیکولرزم اور لبرل ازم کے آمیزے نے مل کر انسان کے بنیادی حقوق کے چارٹر کو جنم دیا اور اقوام متحدہ چونکہ مغربی اقوام کی لونڈی ہے لہٰذا اس نے ساری دنیا کی اقوام سے اس پر تائیدی

دستخط کرا لیے۔ مسلمان ریاستیں کمزور ہیں، مغرب کی ذہنی غلام ہیں، لہٰذا انہوں نے بھی اس چارٹر پر تائیدی دستخط کر دیے، یہ دیکھے بغیر کہ اس چارٹر کے کئی نکات صریحاً خلاف اسلام ہیں مثلاً اس چارٹر کی دفعہ ۱۸ میں کہا گیا ہے کہ ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کا انتخاب کرے یا جب چاہے اسے بدل لے۔ ظاہر ہے یہ اصول اسلام کے قانون ارتداد کے خلاف ہے جو خالصتاً عقلی اور تعمیری اصول ہے کیونکہ خود مغرب کسی کو اپنے بنیادی عقائد کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دیتا مثلاً کوئی آدمی ہولوکاسٹ کے خلاف نہیں بول سکتا۔ امریکہ میں کوئی شخص امریکی آئین کی بالا دستی کو چیلنج نہیں کر سکتا اور کرے تو جیل میں سڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو آدمی ایک دفعہ فوج جوائن کر لے اور پھر چھوڑنا چاہے تو فوج اسے آسانی سے فوج چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اسی طرح اسلام مسلم معاشرے اور ریاست کی بنیاد ہے لہٰذا اس کا کوئی فرد اگر اس کی بالادستی کو چیلنج کرے تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اسی طرح اس چارٹر کی دفعہ ۱۶ کی رو سے ہر فرد کو حق ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و نسل و جنس جس سے چاہے شادی کر لے۔ ظاہر ہے یہ دفعہ بھی خلاف اسلام ہے کیونکہ اسلام اپنی آنے والی نسلوں کی حفاظت کے لیے مسلم لڑکی کو غیر مسلم لڑکے سے شادی کی اجازت نہیں دیتا اور نہ کسی مسلمان مرد کو کافر لڑکی سے نکاح کی اجازت دیتا ہے۔ اسی طرح وہ مرد کی مرد سے اور عورت کی عورت سے شادی کو بھی جائز نہیں سمجھتا جبکہ اس چارٹر کی رو سے ان کاموں کی اجازت ہے بلکہ یہ ہر فرد کا بنیادی حق ہے۔

....

یہ ہیں مغربی تہذیب کے وہ بنیادی اصول (یعنی ہیومنزم، سیکولرزم، لبرل ازم، بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر) جن کو وہ مسلمان معاشروں پر ترغیب و ترہیب سے مسلط کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کسی مسلمان ملک میں ایسے لوگوں کو برسر اقتدار نہیں آنے دیتا جو ملک میں شریعت نافذ کریں اور اگر کوئی حکمران اس طرح کا آ جائے تو اس کا تختہ الٹ دیا جاتا ہے جیسا کہ الجزائر، فلسطین، افغانستان اور مصر میں ہماری آنکھوں دیکھتے ہو چکا ہے۔

ان نظریات کا حامل ہونے کی وجہ سے مغرب کیسے پاکستان میں قانون توہین رسالت کو برداشت کر سکتا ہے؟

۲۔ مغربی ممالک کی اسلام اور مسلم دشمنی

سطور بالا میں ہم نے مغربی تہذیب کے اساسی نظریات کا ذکر کیا کہ وہ خلاف مذہب اور خلاف اسلام ہیں۔ اس سے بڑھ کر مصیبت یہ ہے کہ مغربی ممالک اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ انہوں نے صلیبی جنگوں میں مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی زہریلا، جھوٹا اور گمراہ کن پروپیگنڈا کیا اور مغربی اقوام کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصبات کے جذبات بھڑکا دیے۔ چنانچہ جوں ہی مسلمان ذرا کمزور ہوئے اور مغربی ممالک نے طاقت پکڑی تو انہوں نے مسلمان ملکوں پر حملہ کر دیا۔ ان کو لوٹا، نوچا، کھسوٹا، لاکھوں کو تہ تیغ کیا، عورتوں کی بے حرمتی کی، گھر جلا دیے اور ان کو غلام بنا لیا۔ پھر استعمار نے مسلم ریاست اور معاشرے کے اجتماعی ڈھانچے (سیاسی، معاشی، معاشرتی، عدالتی ...نظام) کو مسمار کیا اور اسے ملحدانہ مغربی فکر و تہذیب کی اساسات پر نئے سرے سے تعمیر کیا خصوصاً اس نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کو بدلا تا کہ ان کی فکر و شخصیت کو بدلا جا سکے اور ان کی آئندہ نسلیں بھی غلام رہیں اور وہ کبھی غلامی کے گڑھے سے باہر نہ نکل سکیں۔

اس کے باوجود مسلمان خصوصاً علماء کرام اور دینی قوتوں نے ان کی مزاحمت کی، آزادی کی پُر امن اور مسلح تحریکیں چلائیں اور مغرب کی غلامی کے چنگل سے نکلنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ عظیم اول و دوم میں خود ان اہل مغرب کو آپس میں لڑایا اور کمزور کیا اور وہ مسلمان ممالک کو کچھ آزادی دینے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن یہاں بھی استعمار اپنی ابلیسانہ سازشوں سے باز نہ آیا اور اس نے نئے ابھرنے والے مسلم ممالک میں اقتدار ان لوگوں کے سپرد کیا جو اس کے پروردہ تھے، اس کے تربیت یافتہ تھے، اس کی تہذیب اور فکر کے شائق تھے۔ اور علماء اسلام اور اسلام پسند عوام آزادی کے باوجود اس نئے سیاسی و معاشرتی ڈھانچے میں معتوب و مبغوض ہی رہے۔ تاہم دینی سیاسی جماعتیں، دینی مدارس، مساجد، خانقاہیں اور تبلیغی و اصلاحی تحریکیں بھی اپنا کام کرتی رہیں اور اسلامی معاشرے و ریاست پر کچھ نہ کچھ اثر ڈالنے میں کامیاب رہیں چنانچہ برصغیر پاک و ہند میں پاکستان بنانے کی تحریک ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا إله إلا الله'' کے نعرے پر اٹھی، اقبال نے اسلامی جذبات کو انگیخت کیا اور قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور تجربہ گاہ بنانے کا اعلان کیا اور دینی قوتیں پاکستان میں بہت سے اسلامی قوانین بنوانے میں اور دستور کے

ڈھانچے کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرانے میں کامیاب ہوگئیں۔

لیکن مغربی انگیخت پر سیکولرزم اور لبرل ازم کے مؤید عناصر بھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے اور انتظامیہ، عدلیہ، مقنّنہ، تعلیم اور میڈیا وغیرہ میں پاؤں جمانے میں کامیاب ہوگئے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس میں دینی جماعتوں اور دین دار وکلاء نے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کی مدد سے پاکستان کے پینل کوڈ میں 295-C کا اضافہ کرا کے توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے کی سزا موت مقرر کرالی، لیکن حق و باطل کی کشمکش جاری ہے۔ پولیس کا رویہ شرمناک ہے۔ نچلے درجے کی عدالتوں میں کرپشن عام ہے اور اعلیٰ عدالتوں پر مغرب کی لے پالک NGOs اور کمزور اور مغربی دباؤ میں آئی ہوئی حکومتیں اثر انداز ہوتی ہیں اور جج خود بھی اسلامی شریعت سے ناواقف ہونے اور مغرب زدہ تعلیم و تربیت کے نتیجے میں مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہوتے ہیں۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی اعلیٰ عدالت کی طرف سے 295-C کے تحت کسی شاتم رسول کو سزا نہیں ملی۔ عدالتی طریق کار طویل اور تھکا دینے والا ہے، جس سے توہین رسالت کے کیسوں میں تاخیر ہوتی رہتی ہے اور وہ برسوں چلتے رہتے ہیں۔ حکومت کی دوغلی اور ڈھنگ ٹپاؤ پالیسی کی وجہ سے بھی عدالتوں میں فیصلے جلد نہیں ہو پاتے اور کوئی نہ کوئی جوشیلا مسلمان غیرت ایمانی سے مشتعل ہو کر شاتم رسول کو جہنم رسید کر دیتا ہے۔ یہی کچھ سلمان تاثیر کے ساتھ ہوا کہ اس نے علی الاعلان میڈیا پر توہین رسالت کی، حکومت نے اسے کچھ نہیں کہا، پولیس نے اس کے خلاف مقدمہ درجہ کرنے سے انکار کر دیا اور یوں اس کے خلاف کاروائی کا قانونی رستہ بند پا کر ممتاز حسین قادری نے جوش ایمانی میں مشتعل ہو کر اسے جہنم واصل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں صاف فرمایا ہے کہ کفار اور یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں وہ انہیں اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور انہیں کفر و گمراہی کے اندھیروں میں دھکیلنا چاہتے ہیں؟ (البقرۃ ۲: ۱۲۰) اہل مغرب جن افکار و نظریات کو اپنائے ہوئے ہیں وہ بھی اسلام مخالف ہیں اور طاقتور مغربی ممالک اسلام اور مسلم مخالف پالیسیاں اپنائے ہوئے ہیں اور ان کی سازشوں اور منفی کوششوں کے باوجود اگر کوئی مسلمان ملک شریعت نافذ کرنے کا اعلان کر دے یا سیاسی و حربی لحاظ سے طاقت پکڑنے لگے تو اہل مغرب پر امن ذرائع ناکام ہوتے دیکھ کر اپنی جنگی قوت کو مجتمع کر کے اسے نیست و نابود کرنے پر تل جاتے ہیں جیسا کہ افغانستان، عراق اور لیبیا میں

ہوا اور فلسطین، شام، یمن اور پاکستان میں ہو رہا ہے۔

اسلام سے ان کے بغض کا یہ عالم ہے کہ وہ قرآن جلاتے ہیں، رسول کریم ﷺ کے کارٹون اور فلمیں بناتے ہیں، مسلمان عورتوں کو سر پر سکاف لینے نہیں دیتے۔ مسجدوں کے مینار نہیں بنانے دیتے۔ خود ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں، اور وہ مزاحمت کریں تو انہیں انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔ جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مسلمان ہونے میں ان کی نبی کریم ﷺ سے محبت کو بڑا دخل ہے تو وہ مسلمانوں کے دلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت نکالنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلمان ملک میں توہین رسالت پر سزا کا قانون نہیں بننے دیتے۔ یہ ہے وہ پس منظر جس میں مغربی ممالک خصوصاً امریکہ اور اس کے حواری علی الاعلان پاکستان کے قانون توہین رسالت کی مخالفت کرتے رہے ہیں اور حکومت پاکستان پر دباؤ ڈال کر وہ اس قانون کو ختم یا غیر موثر بنانا چاہتے ہیں۔ اگر کسی شاتم کی عدالت سے ضمانت ہو جائے تو وہ اسے مغربی ممالک میں فوراً پناہ دے دیتے ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے شاتمین رسول کی وہ بھرپور حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کو حمایت اور پناہ مہیا کرتے ہیں۔

خود تو مغربی ممالک جو کچھ کرتے ہیں، کرتے ہی ہیں اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مہیب پروپیگنڈا مشینری کے ذریعے اور پاکستانی میڈیا میں جگہ بنا کر اس کے ذریعے پاکستان کے پڑھے لکھے افراد خصوصاً وہ جو انتظامیہ، عدلیہ اور مقنّنہ میں بیٹھے ہیں، ان کی برین واشنگ کرتے ہیں اور قانون توہین رسالت کے خلاف انہوں نے ایک ایسی فضاء قائم کر دی ہے جس میں اس قانون کے اسلامی پہلوؤں اور اس کی حکمتوں کی طرف کسی کی نظر ہی نہیں جاتی۔ اس قانون کے حامیوں اور علماء کرام کو انتہا پسند بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر بسا اوقات سامنے ہی نہیں آنے دیا جاتا۔ لہٰذا اگلے مبحث میں ہم دیکھیں گے پاکستان کے مقتدر اور پڑھے لکھے طبقات کے ذہنوں کو کیسے مسموم کر دیا گیا ہے اور قانون توہین رسالت کے حوالے سے ان کے ذہن میں طرح طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات پیدا کر دیے گئے ہیں۔ ہم اس مبحث میں ان اعتراضات وشبہات کے شافی جوابات دینے کی کوشش کریں گے، ان شاء اللہ۔

مبحث چہارم

پاکستانی افراد اور ریاستی اداروں پر مغربی فکر و تہذیب سے مرعوبیت اور مغربی ممالک کے دباؤ کے اثرات

جیسا کہ سطور سابقہ میں، ہم نے دیکھا کہ مغربی تہذیب اصلاً ایک بے خدا، ملحد اور کافر تہذیب ہے لیکن زمینی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت دنیا کی غالب تہذیب ہے۔ اس کے علمبردار ممالک (یعنی امریکہ و یورپ) سیاسی، حربی، معاشی غرض ہر لحاظ سے مسلم ممالک سمیت ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ گلوبلائزیشن اور اقوام متحدہ کے عالمی ادارے (سیکورٹی کونسل، جنرل اسمبلی، یونسیف، یونیسکو، آئی ایم ایف، ورلڈ بنک، ڈبلیو ٹی او، ہیومن رائٹس کمشن ......وغیرہ) اس تہذیبی غلبے کے ہتھیار اور ذرائع ہیں۔ دنیا کی دوسری تہذیبوں اور نظریات کو یہ تہذیب فتح کر چکی ہے۔ جاپان، بھارت، چین اور روس جیسے بڑے ممالک مغربی تہذیب اور اس کے اداروں (جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظام، سائنس، ٹیکنالوجی، معیشت، معاشرت، تعلیم، ثقافت......وغیرہ) سے مات کھا چکے ہیں اور اپنے تمدن و ثقافت کا بہت تھوڑا حصہ اس سے بچا پائے ہیں۔ اس وقت صرف اسلام مغرب کی فکری و تہذیبی بالادستی کی مزاحمت کر رہا ہے بلکہ جیسا کہ سابقہ صفحات میں ذکر ہوا مسلم معاشروں خصوصاً پاکستان میں بھی اس تہذیب اور اس کے علمبردار ممالک نے نفوذ کیا ہوا ہے۔ تعلیم اور میڈیا پر، ادب و ثقافت پر، سول اور فوجی بیوروکریسی پر اور حکمران طبقوں پر اس کے اثرات بڑی حد تک غالب ہیں تاہم علماء کرام اور اسلام پسند عوام کا ایک بڑا حلقہ ابھی تک اسلامی اصول و روایت سے وابستہ ہے اور وہ مغربی تہذیب کی بالادستی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہیں۔ مغربی تہذیب اور اسلام یا دوسرے لفظوں میں مغربی تہذیب کے حامیوں اور دین دار مسلمانوں میں یہ سرد جنگ اور کشمکش اکثر مسلم ممالک خصوصاً پاکستان میں اس وقت ہر سطح پر لڑی جا رہی ہے۔

مسلم ممالک اور پاکستان میں اس وقت ایک موثر طبقہ (جو ریاستی اداروں عدلیہ، انتظامیہ، مقنّنہ، بشمول فوج، بیوروکریسی، میڈیا، تعلیم ...... وغیرہ پر مشتمل ہے) مغرب کی فکری بالادستی کی لپیٹ میں ہے لہٰذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ طبقات مغرب زدہ ہیں، سیکولر اور لبرل ہیں تو یہ ان پر کوئی اتہام اور الزام تراشی نہیں ہوتی بلکہ محض ایک حقیقت حال کا اظہار ہوتا ہے۔ اس فکری بالادستی اور ذہنی فریب کاری کے ذریعے ان مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بٹھایا جاتا ہے کہ تم مسلمان رہتے

ہوئے سیکولر اور لبرل ہو سکتے ہو۔ جمہوریت اور سرمایہ داری کو اپنا سکتے ہو۔ مغربی طرز کی جدید تعلیم حاصل کر کے ترقی کر سکتے ہو اور جو مسلمان ان باتوں کو نہیں مانتے وہ رجعت پسند، اور انتہا پسند ہیں، دقیانوسی اور پرانے خیال کے لوگ ہیں اور ان سے چھٹکارا پا لینا ہی بہتر ہے۔

یہ مغرب زدہ افراد اور طبقے خود کو روشن خیال، ماڈرن، سیکولر اور لبرل سمجھتے ہیں اور مغربی فکر و تہذیب سے متاثر ہو کر اور مغربی آقاؤں کے پروپیگنڈے کے زیر اثر اسلامی اصول و روایات پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ اسلام کے قانون توہین رسالت اور خصوصاً شاتم رسول کو غیرت ایمانی کی بناء پر جہنم رسید کرنے والے کو سزا نہ دینے کے اسلامی اصول پر یہ لوگ بہت سے اعتراضات کرتے اور شبہات اٹھاتے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ اسلام انسانی جان کو مقدس ٹھہراتا ہے، اختلاف رائے میں تحمل و برداشت اور رواداری کی تلقین کرتا ہے، ہر حال میں قانون کی پاسداری کا درس دیتا ہے اور آزادئ خیال کا حامی ہے لہٰذا گستاخ رسول کو موت جیسی سخت سزا دینا یا شاتم رسول کو ماورائے عدالت قتل کرنے کی اجازت دینا خود اسلامی جذبے اور سپرٹ کے خلاف ہے۔

۲۔ یہ لوگوں کو قتل کرنے کا کھلا لائسنس ہے جس کی کوئی مہذب سوسائٹی اجازت نہیں دے سکتی۔

۳۔ یہ قانون ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے۔

۴۔ یہ اسلام کی انتہاء پسندانہ تعبیر ہے جسے رد کیا جانا چاہیے۔

۵۔ شاتم رسول کو قتل کرنا انتہا پسندی اور دہشت گردی ہے۔

۶۔ شاتم رسول کی سزائے موت کا فیصلہ حنفی فقہ کے مطابق نہیں ہے۔

اس سے پہلے ہم اسلام کے قانون توہین رسالت یعنی گستاخ رسول کی سزا اور شاتم رسول کو بطور استثناء حالت اشتعال میں ماورائے عدالت قتل کرنے کے بارے میں قرآن وسنت کے احکام، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اسوۂ صحابہؓ اور امت کے ۱۴۰۰ سالہ تعامل و اجماع کا ذکر کر چکے ہیں۔ ان پر ماضی میں کبھی کسی مسلمان نے اس طرح کے اعتراضات نہیں کیے تھے جو آج مغرب زدہ لوگ کرتے ہیں۔ یہ اس چیز کا ثبوت ہے کہ قانون توہین رسالت پر اعتراض کرنے والے لوگ دراصل مغرب زدہ ہیں اور مغرب کی فکری غلامی میں مبتلا ہیں اور ہیومنزم، سیکولرزم، لبرل ازم اور

بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر سے متاثر ہو کر اور ان کی روشنی میں اسلام اور اسلامی قانون توہین رسالت پر اعتراضات کرتے اور شبہات اٹھاتے ہیں۔ اس پس منظر میں ہم ان لوگوں کے اٹھائے ہوئے ایک ایک اعتراض کا مسکت جواب دینے کی کوشش کریں گے:

پہلا اعتراض: انسانی جان مقدس ہے لہٰذا شاتم رسول کو سزائے موت دینا غلط ہے

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام انسانی جان کو مقدس قرار دیتا ہے؟ لہٰذا شاتم رسول کو موت کی سزا دینا صحیح نہیں تاہم فساد کی حوصلہ شکنی کے لیے اسے کوئی ہلکی تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ اسلام انسانی جان کو مقدس قرار دیتا ہے اور ایک آدمی کے ناجائز قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے (المائدۃ ۵:۳۲) لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا اصول یہ بھی ہے کہ جو بلاوجہ کسی انسان کو مارے، اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ (البقرۃ ۲:۱۷۹) جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے اسے قتل (رجم) کر دیا جائے (صحیح بخاری: ۳۵۳۶) اور جو معاشرے میں فساد پھیلائے، ڈاکے مارے، جائیداد لوٹے، لوگوں کی عزتیں پامال کرے اور معاشرے کا امن وامان خطرے میں ڈالے اسے بھی قتل کر دیا جائے (المائدۃ ۵:۳۳) اور جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی معاشرے اور ریاست کے انہدام کے لیے کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے اسے بھی قتل کر دیا جائے (صحیح بخاری: ۱۸۵۲) جبکہ مغربی تہذیب ان سارے اصولوں کے خلاف ہے۔

ہم کہتے ہیں بغرض بحث علمی بحثیں رکھیے ایک طرف اور اسلامی اور مغربی نظریات کا عملی نتیجہ اس دنیا میں ملاحظہ کر لیجیے۔ سعودی عرب میں اسلامی سزائیں نافذ ہیں اور وہاں جرائم کی شرح ساری دنیا سے کم ہے اور امریکہ جہاں دولت سب سے زیادہ ہے، تعلیم سب سے زیادہ ہے اور وہ خود کو ساری دنیا سے زیادہ مہذب قرار دیتا ہے وہاں جرائم کی شرح ساری دنیا سے زیادہ ہے۔ تو تجربے نے ثابت کر دیا کہ انسانی جان کے حوالے سے اسلام کے اصول صحیح ہیں اور مغربی تہذیب کے اصول غلط ہیں؟

☆ انسانی جان کو بلاشبہ اسلام میں تقدس حاصل ہے لیکن بعض چیزیں انسان کو جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہوتی ہے مثلاً اسلام ایمان اور عقیدے کو جان سے زیادہ قیمتی قرار دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض قرار دیا (البقرۃ: ۲۱۶) اور رسول کریم ﷺ نے اسے سارے اعمال سے

افضل عمل قرار دیا (سنن ابی داود: ۴۷۷۲)۔انسان غیرت کے لیے بھی جان دے دیتا ہے مثلاً وہ کون بے غیرت ہے جس کی بیوی، بیٹی یا بہن کی عزت اس کے سامنے لوٹی جائے اور وہ خاموش رہے؟ اسی طرح انسان اپنا مال بچانے کے لیے بھی جان دے دیتا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔(صحیح بخاری: ۲۴۸۰) اسلام غیرت ایمانی کو جان سے زیادہ قیمتی قرار دیتا ہے تو یہ کیسے غلط ہے؟ انسان کو زندگی اللہ ہی تو دیتا ہے لہٰذا اگر انسان اللہ کے حکم کے مطابق، اللہ و رسول کے لیے، اس کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اور ایمان اور عقیدے کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دے تو اس پر اعتراض کیسا؟ کیا کفار اپنے وطن کی حفاظت کے لیے جان نہیں دیتے؟ اپنے مقدس نظریات کے تحفظ اور پھیلاؤ کے لیے جان و مال کی قربانی نہیں دیتے؟ امریکہ و یورپ نے عراق اور افغانستان میں اپنے آدمی کیوں مروائے؟ اور کروڑوں اربوں ڈالر کیوں خرچ کیے؟

اصل بات یہ ہے کہ اسلام دشمن مغرب کا پروپیگنڈہ بہت تیز ہے ورنہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کفار سے جو جنگیں ہوئیں ان میں ایک ہزار سے کم لوگ مارے گئے اور دوسری جنگ عظیم میں یورپ کی مہذب اور تعلیم یافتہ قوموں کے درمیان ہونے والی پہلی جنگ عظیم میں ۸۴ لاکھ اور دوسری جنگ عظیم میں ۴ سے ۶ کروڑ افراد قتل ہوئے۔(دیکھیے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ۱۹واں ایڈیشن میکرو پیڈیا: ۹ر۱۵۱۳)

پھر امریکہ اور یورپ آج بھی ہماری آنکھوں دیکھتے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں انہوں نے عراق کو تباہ کیا، افغانستان کا تورا بورا بنایا، لیبیا کو برباد کیا، شام میں ہزاروں لوگ قتل ہو رہے ہیں، خود پاکستان میں اس علاقے میں امریکی مداخلت اور سازشوں کی وجہ سے پچاس ہزار سے زیادہ بے گناہ پاکستانی مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ پھر بھی اسلام امن کا دشمن ہے اور مسلمان انتہا پسند اور دہشت گرد ہیں اور امریکہ و یورپ نرم دل اور انسانیت کے خیر خواہ ہیں۔ ہاں! واقعی مغربی اور امریکی منطق کی رو سے دودھ کالا ہوتا ہے اور کوے سفید ہوتے ہیں، جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ...... کہ آپ طاقتور ہیں اور آپ نے 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' کا کالا قانون دنیا میں رائج کر رکھا ہے۔

دوسرا اعتراض: اسلام قانون کی پاس داری کا درس دیتا ہے لہٰذا کسی شخص کا ماورائے عدالت

شاتم رسول کو مارنا قانون ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے۔

آپ کس قانون کی پاس داری کی بات کرتے ہیں؟ ہم مسلمان مغرب کے قانون کو نہیں مانتے۔ مغرب کے قانون کے مطابق تو شراب پینا جائز ہے، جوا کھیلنا حلال ہے، باہمی رضامندی سے زنا کرنا جائز ہے، ہم جنس شادی جائز ہے، بغیر نکاح کے بچے پیدا کرنا جائز ہے، خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے...... لہٰذا ہم مغرب کے قانون کو نہیں مانتے۔ ہم مسلمان اسلام کے قانون کو مانتے ہیں اور اسلام میں اللہ و رسول کے حکم کو قانون کہتے ہیں۔ اگر کوئی آمر، عدالت یا پارلیمنٹ ایسا ضابطہ بنائے جو خلاف قرآن وسنت ہو تو ہم مسلمان اسے قانون نہیں مانتے اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ مسلم حکمرانوں اور عدالتوں کی اطاعت صرف معروف میں ہے، خلاف اسلام حکموں میں نہیں۔ بلاشبہ خدا نے انسانی جان کی حرمت وتقدیس کا ذکر کیا ہے لیکن اسی خدا نے قتل وفساد کرنے والوں کو مارنے کی اجازت دی ہے اور خدا اور رسول کی اہانت کرنے اور انہیں ایذا پہنچانے والوں کو بھی مارنے کی بھی اجازت دی ہے۔ جو پیغمبر چڑیا اور چیونٹی کو بھی مارنے کی اجازت نہیں دیتا اسی نے دینی مصالح کی خاطر اسلام اور پیغمبر کے خلاف زہریلا اور نفرت انگیز پروپیگنڈا کرنے والوں کو مارنے کی اجازت دی ہے بلکہ خود ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو آپ کس قانون کی پاسداری کی بات کرتے ہیں؟ اسلام میں قانون تو اللہ اور اس کا رسول دیتا ہے اور جس اللہ و رسول نے قانون کی پاسداری کا حکم دیا ہے، شریعت کے ہر حکم پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے، اسی اللہ و رسول نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والوں اور اللہ کے نبی کی توہین کرنے والوں کو مار دیا جائے۔ اصلاً یہ کام حکومت اور عدالتوں کے کرنے کا ہے لیکن اگر کوئی عام مسلمان بھی ایسے ملعون شاتم کو مار دے تو اسوہ رسول ﷺ کے مطابق یہ گناہ نہیں کہ وہ شرعاً اور قانوناً مباح الدم ہوتا ہے۔

تو تم کس قانون کی پاسداری کی بات کرتے ہو؟ جو آدمی شاتم رسول کو قتل کرتا ہے وہ غیرت ایمانی کا ثبوت دیتا ہے، وہ ایک ایسے شخص کو مارتا ہے جو پہلے سے قابل قتل (مباح الدم) ہوتا ہے لہٰذا وہ کوئی جرم نہیں کرتا، وہ اسلام کے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور مجرم نہیں ہوتا، وہ تو صالح اور باغیرت مسلمان ہوتا ہے۔ لہٰذا شاتم سول کو مارنے والے کو غلط اور برا نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں یہ دیکھنا چاہیے اور حکومت وعدالت کو ضرور دیکھنا چاہیے کہ وہ سچا ہے یا نہیں؟ اگر مقتول نے رسول معظم ﷺ کی گستاخی نہیں کی اور قاتل نے اسے کسی دوسری وجہ سے مارا ہے تو پھر قاتل کو کوئی

رعایت نہیں دی جائے گی اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا کہ دوسرا کوئی ایسی حرکت نہ کرے اور لوگ اس سے عبرت پکڑیں لیکن اگر کوئی شخص شاتم رسول ﷺ کو مارے اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس نے شاتم سول ﷺ کو صرف گستاخی رسول ﷺ کی وجہ سے مارا ہے تو اسلام کا قانون یہ ہے کہ اس پر کوئی بوجھ نہیں، نہ قصاص، نہ دیت اور نہ تعزیری سزا۔ یہ اسلام کا قانون ہے، یہ محمد ﷺ کا دیا ہوا قانون ہے، تم ہم سے کس قانون کی پاسداری کا مطالبہ کرتے ہو؟

تیسرا اعتراض: شاتم سول کو ماورائے عدالت مارنا گویا قتل کرنے کا کھلا لائسنس ہے

یہ بھی ایک غلط فہمی بلکہ مغالطہ ہے اور اصلاً محض پروپیگنڈا ہے جس سے لوگوں کے ذہن مسموم کیے جاتے ہیں۔ دیکھیے! اسلام کا قانون توہین رسالت کیا ہے؟ یہ کہ اگر کوئی توہین رسالت کرے تو عدالتیں اور حکومت ایسے شخص کو موت کی سزا دے...... لیکن اگر کوئی مسلمان عدالت اور حکومت کے فیصلے سے قبل جوش ایمانی اور اشتعال میں آ کر ایسے شخص کو قتل کر دے اور عدالت وحکومت تحقیق وتفتیش کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں کہ یہ قتل اس نے صرف توہین رسالت کی وجہ سے کیا ہے اور شاتم نے واقعی توہین رسالت کی ہے تو اسلام کا قانون یہ ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ یہ ہے کہ اسے سزا نہیں دی جائے گی۔

اس سے واضح ہے کہ اسلام کا قانون یہ نہیں ہے کہ ہر مسلمان کو شاتم کو مار دینا چاہیے۔ اسلام مسلمانوں کو اکساتا بھی نہیں ہے کہ مومنو! اٹھو اور شاتم کو جہنم رسید کر دو بلکہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ عدالت اور حکومت کو تحقیق وتفتیش کے بعد جرم ثابت ہونے پر شاتم کو جہنم رسید کرنا چاہیے۔ تاہم اس قانون میں ایک استثنائی معاملہ یہ ہے ...... اور کس قانون میں استثناء نہیں ہوتا؟ کیا مغربی قوانین میں استثناء نہیں ہوتا؟ کیا مغربی قانون قتل عمد اور قتل خطا میں فرق نہیں کرتا؟ کیا عناد اور پلاننگ کے ساتھ قتل اور کسی وقتی محرک اور اچانک اشتعال میں آ کر قتل کرنے میں مغربی قانون فرق نہیں کرتا؟ کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو قانون کی الف با سے واقف ہے اس بات کو جانتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا محض جھوٹ اور پروپیگنڈا ہے کہ اسلام کا قانون شاتم کو مارنے پر اکساتا ہے یا اس کی کھلم کھلا اجازت دیتا ہے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اسلام کا قانون یہ ہے کہ شاتم کی سزا قتل ہے۔ جو نبی کی توہین اور گستاخی کرتا ہے وہ مباح الدم ہے، قابل قتل ہے لیکن یہ سزا حکومت اور عدالت کو دینی چاہیے...... تاہم اس قانون میں ایک استثناء یہ ہے کہ اس مباح الدم (قابل قتل) شخص کو اگر کوئی

مسلمان جوشِ ایمانی میں مشتعل ہو کر قتل کر دے تو عدالت یہ دیکھے گی کہ آیا مقتول شاتم تھا؟ آیا قاتل نے مقتول کو صرف شاتم سمجھ کر قتل کیا تھا؟ اگر یہ دونوں باتیں درست ثابت ہو جائیں تو وہ قاتل کو بری کر دے گی (جیسا کہ متعدد ایسے معاملات میں آنحضرت ﷺ نے کیا) لیکن اگر یہ دونوں باتیں ثابت نہ ہوں تو وہ قاتل کو سخت سزا دے گی اور وہ اسے قصاص میں پھانسی بھی چڑھا سکتی ہے۔ اس استثناء کو قتل کا کھلا لائسنس کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

چوتھا اعتراض: شاتم رسول کو قتل کرنا اسلام کے تحمل و برداشت اور رواداری کے اصولوں کے خلاف ہے۔

یہ ایک اور غلط فہمی اور مغالطہ ہے جو مغرب زدہ، سیکولر اور لبرل لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو دیتے ہیں۔ دیکھیے! مسلمانوں کو تحمل و برداشت اور رواداری کے اصول کس نے دیے ہیں؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہی دیے ہیں نا؟ تو اللہ ورسول ﷺ ہی کو یہ اختیار ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ اس تحمل و برداشت اور رواداری کی حدود کیا ہیں؟ تحمل و برداشت کس حد تک کیا جا سکتا ہے؟ اور رواداری کس حد تک برتی جا سکتی ہے؟ تحمل و برداشت کہاں کرنا چاہیے اور کہاں نہیں کرنا چاہیے!

اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کا جائزہ لے لیجیے۔ آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک بدبخت آیا اور اس نے آپ ﷺ سے کہا: 'اعدل یا محمد' اے محمد ﷺ! انصاف کرو۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا لیکن آپ ﷺ نے غصہ ضبط فرمایا اور کہا: خدا کے بندے! میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی کہ وہ اس شخص کا سر قلم کر دیں لیکن آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی۔ (صحیح بخاری: ۳۶۱۰) ایک شخص آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کی مسجد میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ لوگ اسے مارنے دوڑے لیکن آپ ﷺ نے لوگوں کو منع کر دیا اور جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ مسجد پیشاب کرنے کی جگہ نہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۲۱)

منافقوں نے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہؓ کی کردار کشی کی اور ان پر بہتان باندھے۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ پریشان اور بے چین ہوئے اور اذیت میں رہے لیکن آپ ﷺ نے ہفتوں صبر کیا اور تحمل و برداشت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور وحی نے آپ ﷺ کی زوجہ محترمہؓ کے پاکیزہ کردار کی گواہی دی اور کردار کشی کرنے والوں کو جھوٹا قرار دیا تو آپ ﷺ نے

قذف (جھوٹی کردارکشی) کی قرآنی سزا ان لوگوں کو دی (صحیح بخاری: ۳۸۴۹)۔ غرض آپ ﷺ اس طرح کے بے شمار معاملات میں صبر وتحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے لیکن جہاں آپ ﷺ نے دین کا نقصان دیکھا، اللہ ورسول کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کو دین کے وسیع تر مفادات کے منافی جانا وہاں آپ ﷺ نے صبر وتحمل نہیں فرمایا بلکہ صحابہ سے کہا کہ کوئی ہے جو جا کر کعب بن اشرف کو قتل کردے تو محمد بن سلمہؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا کر اسے کو قتل کر دیا۔ (صحیح بخاری: ۴۰۳۷) اسی طرح آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر بعض شاتمین (عکرمہ بن ابی جہل، عبداللہ بن خطل، مکیث بن صبابۃ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) کے بارے میں حکم دیا کہ وہ کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے ہوں تو بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک قتل کر دیا گیا اور باقیوں نے معافی مانگی اور اسلام قبول کر لیا۔ (صحیح بخاری: ۱۸۴۷؛ سنن النسائی: ۴۰۷۲)

اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ بھی تحمل و برداشت اور صبر و رواداری پر عمل کرنے والے تھے۔ ایک نابینا صحابی نے اپنی بیوی (ام ولد) کو قتل کر دیا کہ وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ (سنن نسائی: ۳۷۹۴) اور سطور بالا میں کئی واقعات ہم نے باحوالہ ذکر کیے ہیں جن میں صحابہؓ نے شاتمین کو ماورائے عدالت قتل کر دیا لیکن آپ ﷺ نے ان میں سے کسی کو نہیں کہا کہ تم نے کیوں قتل کیا؟ اور آپ نے ان کو تحمل و برداشت کی تلقین بھی نہیں کی .... اس سے صاف ظاہر ہے کہ تحمل و برداشت اچھی چیز ہے لیکن اس امر کا فیصلہ کرنا کہ کہاں تحمل کرنا ہے اور کہاں نہیں کرنا، یہ میرا اور آپ کا کام نہیں، یہ اللہ ورسول ﷺ کا کام ہے۔

گویا تحمل و برداشت کی حدود کا تعین کرنا اللہ ورسول کا کام ہے۔ لہٰذا جب اللہ کے رسول ﷺ نے شاتمین رسول کو قتل کرنے والوں کو تحمل و برداشت کرنے کو نہیں کہا اور اگر خدانخواستہ صحابہ کرامؓ کا عمل غلط ہوتا اور اس پر رسول اکرم ﷺ کی خاموشی غلط ہوتی تو وحی ان کی کیوں نہ تصحیح کرتی؟ پس جب نبی ﷺ کی موجودگی میں صحابہ نے شاتمین کو قتل کیا اور آپ ﷺ نے انہیں تحمل و برداشت کا حکم نہیں دیا تو ہم کون ہوتے ہیں شاتم رسول کو قتل کرنے والے کو مشورہ دینے والے کہ اسے صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے تھا، اسے جذباتی نہیں ہونا چاہیے تھا...... وغیرہ۔

اے مسلمانو! اگر تحمل و برداشت کی حدود طے کرنا تمہارا کام ہے تو تم جو چاہو کر سکتے ہو لیکن معاف کیجیے گا، اگر آپ عبد ہیں، امتی ہیں، مکلّف ہیں، آپ شارع نہیں ہیں، آپ قانون بنانے

والے نہیں ہیں بلکہ قانون بنانا خدا اور رسول ﷺ کا کام ہے اور تم اس پر عاجزی سے عمل کرنے والے ہو تو تحمل و برداشت کی جو حدود اللہ کے رسول ﷺ نے مقرر کی ہیں، تم ان پر اعتراض کرنے والے کون ہوتے ہو؟

پانچواں اعتراض: شاتم رسول کو قتل کرنا انتہا پسندی اور دہشت گردی ہے

پہلے طے کرلیں کہ انتہا پسندی کیا ہوتی ہے؟ اور اس سے بھی پہلے یہ طے کرلیں کہ یہ طے کرنا کس کا کام ہے کہ انتہا پسندی کیا ہوتی ہے؟ مسلمان وہ ہوتا ہے جو اللہ کا عبد ہو، جس کے لیے زندگی گزارنے کے اصول اللہ ورسول دیتے ہوں اور جس کا کام ان اصولوں کی بلا چون و چرا اطاعت کرنا ہو۔ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا ہے، مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں سے اور دین کا راستہ روکنے والوں سے لڑنے کا اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیا یہ انتہا پسندی ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ مسلمان جب ان اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن میں ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ظلم کو برداشت نہ کریں، دین کا راستہ طاقت سے روکنے والوں کو برداشت نہ کریں تو کفار اپنے خبثِ باطن کی وجہ سے مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ انتہا پسندی ہے۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ جب تم مسلمانوں پر ظلم کرتے ہو تو کیا وہ انتہا پسندی نہیں ہوتی؟ ماضی میں جو کچھ ہوا وہ تو تاریخ کا حصہ ہے۔ ہماری آنکھوں دیکھتے امریکہ ویورپ نے جھوٹے الزامات لگا کر عراق کو تباہ و برباد کیا۔ کیا وہ انتہا پسندی نہیں تھی؟ انہوں نے افغانستان کو تباہ و برباد کیا۔ ان افغانوں کا قصور کیا تھا؟ امریکیوں نے افغانستان کی غاروں میں آکسیجن چوسنے والے بم پھینکے تا کہ غاروں میں چھپے لوگ بھی مر جائیں۔ انہوں نے آگ لگانے والے نیپام بم ان پر پھینکے، انہوں نے انہیں جانوروں کی طرح کنٹینروں میں بند کر دیا جہاں وہ دم گھٹ کے مر گئے۔ کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ ان کی وجہ سے پاکستان کے پچاس ہزار سویلین اور فوجی مارے گئے کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟

اور لطف کی بات یہ ہے کہ الزام مسلمانوں پر ہے کہ وہ انتہا پسند ہیں۔ اہل مغرب مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر رہے ہیں عراق میں، افغانستان میں، شام میں، لیبیا میں، مصر میں، پاکستان میں ...... لیکن ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ روؤ نہیں، چیخو نہیں۔ یعنی ظالم مارے اور رونے بھی نہ دے۔ مسلمان کمزور ہیں، مغرب سے لڑ نہیں سکتے لیکن ان میں سے جو ان کے ظلم و ستم پر اعتراض کرتا ہے،

یہ اسے کہتے ہیں کہ تم انتہا پسند ہو۔ جو نہتا اور کمزور ہونے کے باوجود ان کے ظلم وستم کے خلاف 'تنگ آمد بجنگ آمد' کے مصداق ان سے بھڑ جاتا ہے۔ اسے یہ کہتے ہیں کہ تم دہشت گرد ہو! کیا یہ خود ظالم اور دہشت گرد نہیں؟ اور جب مسلمان ردعمل میں اپنی جان اور ایمان بچانے کی کوشش کریں تو ان کے خلاف مغرب کی مہیب پروپیگنڈا مشینری حرکت میں آجاتی ہے کہ مسلمان انتہا پسند اور دہشت گرد ہیں۔

تم مسلمانوں کے محبوب پیغمبر (ﷺ) کی توہین کرو، اس کے کارٹون چھاپو، اس کی کردار کشی کے لیے فلمیں اور ڈرامے بناؤ، قرآن کو جلاؤ، جعلی قرآن چھاپ کے پھیلاؤ تو یہ انتہا پسندی نہیں اور مسلمان جب ان کاموں پر اعتراض کریں اور اپنے نبی کی عزت واحترام کا مطالبہ کریں تو تم ان پر انتہا پسندی کے الزام لگاؤ اور پروپیگنڈا کرو کہ مسلمانوں میں تحمل وبرداشت اور رواداری نہیں ہے...... یہ کہاں کا انصاف ہے؟

چھٹا اعتراض: شاتم رسول کی سزائے موت کا فیصلہ حنفی فقہ کے مطابق نہیں

یہ بات خلافِ حقیقت اور گمراہ کن ہے اور حنفی متقدمین ومتاخرین علماء کی ایک بہت بڑی اکثریت جمہور علماء کے ساتھ شاتم رسول کی حداً سزائے موت پر کل بھی متفق تھی اور آج ہمارے عہد میں بھی متفق ہے اور ماضی کے دو چار حنفی فقہاء کے فنی بنیادوں پر اختلاف کو بہانہ بنا کر اس سزا سے اختلاف نہیں کیا سوائے ان ایک دو افراد کے جو اپنی مغرب پرستی اور تجدد کی وجہ سے بدنام ہیں (جیسے جاوید احمد غامدی اور ان کے شاگرد عمار ناصر)۔

اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ گنتی کے چند حنفی فقہاء نے بعض ایک فنی بنیاد پر اس معاملے میں تھوڑی سی نرمی کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء کی اکثریت کے نزدیک گستاخِ رسول کی سزا حداً قتل ہے تاہم بہت سے حنفی فقہاء نے بعض احادیث کی روشنی میں اس سزا کی فنی توجیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاتم اس لیے قابل قتل ہو جاتا ہے کہ وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے اور اسے وہ مرتد خاص اور زندیق بھی کہتے ہیں۔ تاہم بعض حنفی فقہاء نے اسے مرتد عام سمجھا ہے۔ اب مرتد عام کے بارے میں فقہاء میں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ مجرم کو توبہ کا موقع دیا جائے گا یا نہیں اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر توبہ مجرم کے پکڑے جانے سے پہلے کی ہو تو وہ قابل قبول ہے یعنی اسے حداً قتل تو کیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ معاملہ

مسلمانوں جیسا ہوگا یعنی دنیا میں تکفین وتدفین اور تقسیم ورثہ وغیرہ کے حوالے سے اور آخرت میں طلب مغفرت کے حوالے سے؛ لیکن اگر مجرم نے توبہ پکڑے جانے کے بعد کی ہو تو اس کی توبہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور وہ مذکورہ دونوں رعایتوں کا بھی حق دار نہ ہوگا۔ تاہم بعض فقہاء نے رائے دی ہے کہ پکڑے جانے کے بعد بھی مجرم کی توبہ قابل قبول ہوگی گو وہ قتل کیا جائے گا۔ گنتی کے صرف دو تین فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر کے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

احناف کے اس موقف کے بارے میں تفصیلات کے لیے پرانے فقہی ذخیرے کے علاوہ علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری کا مضمون ''گستاخ رسول کی سزا اور احناف کا موقف'' (مطبوعہ ماہنامہ سوئے حجاز، لاہور) اور ملی مجلس شرعی کا مطبوعہ ''متفقہ شرعی فتویٰ'' دیکھا جا سکتا ہے، ہم یہاں اپنے قارئین کے لیے چند حقائق کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں (۱):

☆ جن علماء کرام نے توہین رسالت کے مرتکب کے قابل قتل ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ امام محمد بن سحنون، ت ۲۶۵ھ (بحوالہ الشفاء: ۹۳۴/۲)

۲۔ امام اسحاق بن راہویہ، ت ۲۸۸ (بحوالہ التمہید لابن عبدالبر: ۲۲۴/۴)

۳۔ امام ابوبکر جصاص، ت ۳۷۰ھ (احکام القرآن: ۱۱۲/۳)

۴۔ امام خطابی، ت ۳۸۸ھ، (معالم السنن: ۲۵۵/۳)

۵۔ امام ابن حجر العسقلانی، ت (فتح الباری: ۲۸۱/۱۲)

۶۔ قاضی عیاض مالکی، ت ۵۲۴ھ، (الشفاء: ۹۳۳/۲)

۷۔ امام افتخار الدین طاہر بن احمد البخاری حنفی، ت ۵۴۲ھ، (خلاصۃ الفتاویٰ ۳۸۶/۴)

۸۔ امام ابن ابی جمرہ (بہجۃ النفوس: ۱۴۱/۲)

۹۔ علامہ اسماعیل حنفی (روح البیان ۵۰۳/۳)

یاد رہے کہ قاضی عیاضؒ نے اس پر اجماع صحابہؓ کا بھی ذکر کیا ہے۔

☆ وہ علماء کرام جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ قول منسوب کیا ہے کہ وہ شاتم کے حداً قتل

کے اور اس کی عدم قبول توبہ کے قائل تھے، یہ ہیں:

۔امام احمد بن محمد بن ناطفی حنفیؒ، ت ۴۴۶ھ، (بحوالہ امام قاضی عبدالعالی بن خواجہ بخاری، فتاویٰ حسب المفتیین: ۲/۷۳۳)

۔امام محمد بن محمد شہاب کردی حنفیؒ، ت ۸۲۷ھ (بحوالہ امام ابن الہام، فتح القدیر: ۶/۵۹)

۔امام خیرالدین رملی حنفیؒ ۱۵۸۱ھ، (فتاویٰ خیریہ: ص ۱۷۵)

۔حضرت مولی خسروؒ ت ۸۸۵، (الدرر الحکام: ۱/۲۰۰)

۔حضرت شاہ عنایت قادری، ت ۱۱۴۸ھ (غایۃ الحواشی: ص ۲۴۵)

☆ جن حنفی فقہاء نے کہا ہے کہ شاتم رسول کی سزا حداً قتل ہے اور اس کی توبہ قابل قبول نہیں، ان میں سے چند اہم کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۔امام محمد بن حسن شیبانی (ذمی شاتم کے حوالے سے) (ردالمختار: ۴/۳۳۴)

۔امام ابوبکر محمد جصاص، ت ۳۷۰ھ:، (احکام القرآن: ۴/۲۷۵)

۔امام افتخار الدین طاہر بن احمد البخاری حنفی، ت ۵۴۲ھ، (خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۸۶)

۔امام ابن الہمام، ت ۸۶۱ھ،) (فتح القدیر: ۶/۹۱)

۔امام زین الدین ابن نجیم، ت ۱۰۸۱ھ، (الاشباہ والنظائر: ص ۲۱۹)

۔امام الحصکفی حنفی، ت ۱۰۸۸ھ، (الدر المختار: ص ۳۴۵)

۔امام اسماعیل حنفی (روح البیان: ۳/۵۰۲)

۔امام محمد بن عبداللہ تمرتاشیؒ، ت ۱۵۵۴ھ، (تنویر الابصار: ص ۳۴۵)

۔امام بدرالدین عینی حنفی، ت ۸۵۵ھ، (عمدۃ القاری: ۱۹/۴۳۸)

۔امام عبداللہ بن محمد سلیمان حنفی، ت ۱۰۷۸ھ، (مجمع الانہر: ۱/۶۷۷)

۔مفتی ابومسعود حنفی (بحوالہ الدر المختار: ۶/۳۶۲)

۔قاضی ثناءاللہ پانی پتی، ت ۵۴۲ھ، (خلاصۃ الفتاویٰ: ۴/۳۸۶)

۔امام احمد بن محمد بن ناطفی حنفیؒ، ت ۴۴۶ھ، (بحوالہ امام قاضی عبدالعالی بن خواجہ بخاری در فتاویٰ حسب المفتیین: ۲/۷۳۳)

۔امام محمد بن محمد شہاب کردی حنفیؒ، ت ۸۲۷ھ (بحوالہ امام ابن الہمام، فتح القدیر ۶/۵۹

۔امام خیر الدین رملی حنفیؒ ۱۵۸۱ھ، (فتاویٰ خیریہ ص ۱۷۵)

۔حضرت مولی خسروؒ، ت ۸۸۵، (الدرر الحکام ۱/۲۰۰)

۔حضرت شاہ عنایت قادری، ت ۱۱۴۸ھ (غایۃ الحواشی، ص ۲۴۵)

☆ جن حنفی فقہاء نے شاتم کو مرتد عام سمجھ کر اس کی توبہ قبول کرنے یا ذمی شاتم کا عہد نہ ٹوٹنے کی بات کی ہے، وہ یہ ہیں:

۔امام طحاویؒ ۔امام کاسائیؒ ۔علامہ ابن عابدین شامیؒ

....

اسلام کے قانون توہین رسالت کے حوالے سے پاکستان کے ریاستی اداروں (عدلیہ، انتظامیہ، مقننہ) کا غلط اور غیر شرعی رویہ۔

مغربی فکر و تہذیب کے اصولوں سے مرعوبیت اور مغربی ممالک کے دباؤ کی وجہ سے پاکستان کے مغرب زدہ، سیکولر اور لبرل دانشور ہی نہیں عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ میں بیٹھے کچھ لوگ بھی انہی غلط فہمیوں اور مغالطوں کا شکار ہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ہماری مقننہ نے دہشت گردی کے خلاف قانون بنایا تو دہشت گردی کی یہ تعریف کی کہ مذہبی حمیت کی بناء پر اسلحہ اٹھانا دہشت گردی ہے۔ ظاہر ہے یہ صریحاً غلط ہے اور خلاف قرآن و سنت ہے۔ شاتم رسول کو مارنے والے (ممتاز قادری) کا مسئلہ سامنے آیا تو ججوں نے کہا کہ اس کی اجازت دینا تو قتل کرنے کا کھلا لائسنس دینا ہے لہٰذا اسے پھانسی کی سزا سنا دی (حالانکہ یہ قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی صریح خلاف ورزی ہے)۔ عدالتوں نے سود کو حرام قرار دیا تو انتظامیہ نے اس کے خلاف اپیل کرا دی اور پچھلے ۲۴ سال سے یہ مسئلہ عدالتوں میں دھکے کھا رہا ہے کیونکہ انتظامیہ حرمت سود کے حکم پر عمل درآمد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ فحاشی کے خلاف لوگ سپریم کورٹ گئے لیکن عدالت کی سوئی اسی پہ اٹکی رہی کہ فحاشی کی تعریف کرو کہ یہ کیا ہوتی ہے؟ اور جو فحاشی پاکستان کا ہر ٹی وی چینل دن

رات پھیلا رہا ہے وہ کسی جج، کسی بیورکریٹ، کسی حکمران کو نظر نہیں آتی کیونکہ سب کی آنکھوں پر مغربی تہذیب اور اس تہذیب کے علمبردار طاقتور مغربی ممالک کی عطا کردہ پٹی بندھی ہوئی ہے۔فیا للأسف!

کیا سود کے حرام ہونے میں کوئی شک ہے؟ کیا فحاشی کے برا ہونے میں کوئی شک ہے؟ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا؟ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ رسول کریم ﷺ نے شاتم رسول کے قاتل کو سزا نہیں دی؟ تو پھر بھائیو! ہم سے کس دلیل کا مطالبہ کرتے ہو؟...... یہ مطالبہ کرو کہ اسلام کا نام لینا چھوڑ دو کہ امریکہ ناراض ہوتا ہے اور غالباً تمہارے پاس یہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور اگر تمہاری دلیل یہی ہے تو پھر تم سے بحث فضول ہے، تمہیں شرعی دلائل کی ضرورت ہی نہیں، تمہیں شرعی قانون کی حکمتیں بتانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں!

مبحث پنجم

قانون توہین رسالت کا غلط استعمال

اسلام کے قانون توہین رسالت اور شاتم رسول کو مارنے والے کی سزا کے حوالے سے بات تقریباً مکمل ہوگئی لیکن ہم آخر میں یہ ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پاکستان میں 295-C کا قانون اگرچہ صحیح ہے لیکن مختصر اور مجمل ہے (اور اس میں یہ ذکر بھی ہونا چاہیے تھا کہ اگر عدالتی ریویو کے نتیجے میں ثابت ہو جائے کہ مقتول شاتم تھا اور قاتل نے اسے صرف گستاخی رسول ﷺ کے جرم میں قتل کیا تو اسے سزا نہیں دی جائے گی) لیکن اس پر عمل درآمد کے حوالے سے کچھ باتیں قابل غور ہیں:

ا۔ ہماری عدالتیں، خصوصاً اعلیٰ عدالتیں، اس قانون پر عمل کو کیوں مؤخر کرتی اور اسے بے اثر بناتی ہیں؟ ہمارے علم کی حد تک توہین عدالت کے کسی مجرم کو آج تک پھانسی نہیں ہوئی۔ کیوں؟ اس کا نقصان یہ ہوا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ حکومت نے تو ٹال مٹول سے کام لینا ہے لہٰذا وہ خود مجرم کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ گویا دیکھا جائے تو ہماری حکومتیں اور ہماری عدالتیں خود اس امر کی ذمہ دار ہیں کہ لوگ خود ان مجرموں کو کیفر کردار کو پہنچائیں۔ اگر ہماری عدالتیں توہین رسالت کے مجرموں کا جلد فیصلہ کریں اور جن پر جرم ثابت ہو جائے انہیں عملاً سزا دے دیں تو لوگوں کا اعتماد بحال ہو جائے گا کہ حکومت توہین رسالت کے مجرم کو چھوڑے گی نہیں بلکہ اسے سزا ملے گی تو لوگ صبر کر لیں گے اور تحمل و برداشت سے کام لیں گے لیکن جب حکومتیں اور عدالتیں سزا نہیں دیتیں تو پھر لوگ جوش ایمانی میں مشتعل ہو کر خود ملعون مجرم کو سزا دینے پر تل جاتے

ہیں اور اسے خلاف شرع نہیں سمجھتے ...... اور یہ خلاف شرع ہے بھی نہیں جیسا کہ تفصیلاً اوپر ذکر ہوا ...... لیکن اسلامی قانون کی سپرٹ یہ نہیں ہے۔ بلکہ قانونی تقاضا یہی ہے کہ ایسا کیس عدالت میں چلے اور حکومت شاتم کو پھانسی پر لٹکائے۔

۲۔ تاہم اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ غیر مسلم اقلیتوں اور خود بعض مسلمانوں کی طرف سے اس قانون کے غلط اطلاق واستعمال کے حوالے سے یہ شکوہ بجا ہے کہ اس معاملے میں ان سے زیادتی ہوئی ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ ایک سے زیادہ بار یہ ہو چکا ہے کہ کسی عیسائی کی طرف سے توہین رسالت کی افواہ پھیلی تو ان کی پوری بستی کو جلا دیا گیا یا متعلقہ ملزم اور اس کے رشتہ داروں کو زندہ جلا دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتی اور ظلم ہے اور ہم اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح کی جذباتیت کو ہوا دیتے ہیں خواہ وہ مولوی صاحبان ہوں یا کوئی اور، جو بھی اس کا ذمہ دار ہو، اس کو کڑی اور عبرتناک سزا دی جانی چاہیے تا کہ دوبارہ کسی کو ایسی حرکت کی ہمت نہ ہو۔ ایسے معاملات میں مسلمانوں کو ہمیشہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور افواہیں پھیلانے اور مساجد کے لاؤڈ سپیکروں پر جذباتی اعلانات کرنے سے بہر صورت احتراز کرنا چاہیے۔

سنجیدہ اور معتدل مزاج بزرگ علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ اپنے واعظین اور چھوٹے درجے کے مولوی صاحبان کو سمجھائیں اور ان کی تربیت کریں کہ محض افواہ سن کر لوگوں کو مشتعل کرنا اور انہیں انسانوں اور بستیوں کو جلانے پر اکسانا خلاف شرع ہے اور حکومت کو بھی ایسے لوگوں کے خلاف سخت ایکشن لینا چاہیے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں معروف علمی اختلاف کی وجہ سے (مثلاً بعض احناف آپ ﷺ کو حاضر وناظر سمجھتے ہیں جب کہ اہل حدیث علماء کرام کی رائے یہ نہیں ہے) یا فرقہ وارانہ عصبیت کی وجہ سے کسی عالم کو غلط طور پر گستاخ رسول ﷺ قرار دے دینا اور اس کے خلاف 295-C کے تحت توہین رسالت کا مقدمہ درج کرا دینا بہت بڑا ظلم اور زیادتی ہے اور بعض حضرات کو یہ شکوہ ہے اور وہ اپنی جگہ پر بجا ہے کہ کئی مسلمان علماء اور خطباء کے خلاف اس طرح کے جھوٹے مقدمے درج ہوئے ہیں اور بیسیوں لوگ مشکلات اور اذیتوں کا شکار ہوئے ہیں۔

علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ مدارس اور مساجد کی فضا کو کھلا اور پاکیزہ رکھیں اور دیگر مسالک کے ساتھ نرم رویہ رکھیں۔ اپنے اپنے مسلک کو دین بنا کر پیش نہ کریں اور اپنے سے مختلف رائے

رکھنے والوں کی بیخ کنی کا نہ سوچیں بلکہ علمی اور فروعی اختلافات کو برداشت کریں اور انہیں ان کی حدود میں رکھیں۔ نہ علمی اختلافات ہونا کوئی برائی ہے اور نہ کسی مسلک سے وابستگی کوئی جرم ہے لیکن صرف اپنے مسلک کو صحیح سمجھنا اور دوسرے مسالک کو باطل سمجھ کر مٹانے کی کوشش کرنا اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور تعصب پھیلانا، یہ البتہ غلط ہے اور غیر اسلامی طرز عمل ہے لہٰذا مسلک پرستی اور فرقہ واریت سے اجتناب ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس کے خلاف قانون سازی کرے اور علماء کرام کی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں مل بیٹھ کر ضابطۂ اخلاق طے کریں تا کہ مختلف مسالک کے علماء کرام کے درمیان اخوت و بھائی چارے کی فضا پروان چڑھے نہ کہ علمی اختلافات نفرت اور دشمنی کا روپ دھار لیں۔

توہین رسالت کے اسلامی قانون کا ممتاز حسین قادری کیس پر اطلاق

اس تحریر کا مقصد اس بات کی وضاحت کرنا تھا کہ شاتم رسول کو مارنے والے کی سزا کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے اور اس کی کیا حکمتیں ہیں اور اس پر مغرب زدہ لوگوں کو کیا اشکالات پیش آتے ہیں اور الحمد للہ! ہم نے اپنی بساط بھر اس مسئلے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور اب آخری بات اس اسلامی اصول پر عمل درآمد کی ہے کہ ہماری عدالتوں نے (اور بالواسطہ ہماری انتظامیہ اور مقنّنہ نے) شاتم رسول کو مارنے والے ممتاز حسین قادری کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ہم قانونی تفصیلات میں جائے بغیر کہیں گے کہ اسلامی قانون کی رو سے عدالتوں کا کام یہ تھا کہ وہ دو باتوں کی تحقیق کرتیں ایک یہ کہ کیا مقتول شاتم رسول ﷺ تھا اور اس نے شان رسالت میں گستاخی کی تھی؟ اور دوسرے یہ کہ ممتاز حسین قادری نے مقتول کو کیوں قتل کیا؟ اگر قتل کا محرک صرف مقتول کا شاتم ہونا تھا اور مقتول سچ مچ شاتم تھا تو اسلامی قانون اور اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں ممتاز حسین قادری کو رہا کر دیا جانا چاہیے تھا لیکن ہم افسوس سے کہتے ہیں اور زور دے کر کہتے ہیں تا کہ دنیا جان لے کہ ہماری عدالتوں نے یہ دونوں کام کما حقہ نہیں کیے۔ یہ دہشت گردی کا مقدمہ نہیں تھا اور اسے دہشت گردی کی عدالت میں نہیں چلایا جانا چاہیے تھا (کیونکہ ہمارے قانون میں دہشت گردی کی جو تعریف کی گئی ہے وہ خود خلاف شریعت ہے...... جیسا کہ اوپر اشارتاً ذکر ہوا) لیکن اس کے باوجود یہ مقدمہ دہشت گردی کی عدالت میں چلایا گیا اور معزز جج صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ ممتاز حسین قادری نے مقتول کو شاتم سمجھ کر ہی مارا تھا اور بالواسطہ مقتول کے شاتم ہونے کی طرف بھی اشارہ

کیا۔اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد معزز جج کو ملزم کو بری کر دینا چاہیے تھا اور یہی اسلامی قانون کا تقاضا تھا ......لیکن اس کے باوجود معزز جج نے ''ملکی قوانین'' اور دہشت گردی کے قانون کے تحت اسے سزائے موت سنادی۔

پھر جب یہ کیس ہائی کورٹ میں اور اس کے بعد سپریم کورٹ میں گیا تو ان دو بنیادی باتوں پر ترکیز کی ہی نہیں گئی جن پر مقدمے کے فیصلے کا دارومدار تھا کہ مقتول شاتم تھا یا نہیں؟ اور یہ کہ ممتاز حسین قادری کا محرک قتل کیا تھا؟ عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ دونوں کے معزز جج صاحبان نے مغرب زدہ، سیکولر اور لبرل لوگوں کے اعتراضات کو دہرایا (کہ یہ تو قتل کرنے کا کھلا لائسنس ہے اور ممتاز قادری کو قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تھا...... وغیرہ وغیرہ) اور اسلامی قانون پس پشت ڈالتے ہوئے ملکی قوانین کے تحت اسے سزائے موت سنادی جو کہ ظاہر ہے غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔

یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔اگر قانون غیر اسلامی ہو تو فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہو گا یا قانون کے مطابق؟

قرآن وسنت کہہ رہے ہیں کہ شاتم رسول کو مارنے والے کو سزا نہیں ملنی چاہیے لیکن ''ملکی قوانین'' کے تحت ملزم مستحق سزائے موت ہے۔ اب فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہو گا یا ملکی قوانین کے مطابق؟ ملکی قوانین بالاتر ہیں یا قرآن وسنت؟ جب دونوں میں تضاد ہے تو قرآن وسنت پر عمل ہو گا یا ملکی قانون پر؟ یہ انتہائی اہم سوال ہے اور اس پر ریاستی اداروں (مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ) ہی کو نہیں علماء کرام، وکلاء اور عوام کو بھی غور کرنا چاہیے۔ ہماری رائے میں قرآن وسنت کی رو سے ہر مسلمان کا فیصلہ یہی ہونا چاہیے کہ اللہ ورسول کے بنائے ہوئے قوانین انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر بہر حال مقدم ہیں اور فیصلہ انہی کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہماری رائے میں آئین پاکستان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کوئی قانون یا عدالتی فیصلہ خلاف قرآن وسنت ہو تو اس پر عمل نہ کیا جائے۔

۲۔ہماری عدالتیں اسلامی فیصلوں کی نظیروں پر عمل کیوں نہیں کرتیں؟

ہماری عدالتیں چونکہ انگریزی قوانین وروایات کی پیروی کی عادی ہیں اور کامن لاء (Common Law) کے اصول پر سابقہ نظیروں کے مطابق فیصلے کرتی ہیں تو یہ اسلامی

جمہوریہ پاکستان اور مملکت خداداد ہے، قرارداد مقاصد اس کے آئین کا حصہ ہے جس کی رو سے قرآن وسنت کو بالادستی حاصل ہے اور اسلام ریاست کا سرکاری مذہب ہے تو برطانوی اور بھارتی عدالتوں کی نظیروں کی پیروی کرنے کی بجائے محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی نظیروں کی پیروی کیوں نہ کی جائے؟ خلفائے راشدین اور امت مسلمہ کے چودہ سوسالہ اجماع اور تعامل اور مسلمان ججوں اور قاضیوں کے فیصلوں کی نظیروں کی پیروی کیوں نہ کی جائے؟ جو سب کے سب یہ کہتے ہیں کہ شاتم رسول کے قاتل کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ جب ہمارے جج دین کے عالم نہیں تو نازک دینی معاملات میں فیصلے کیوں کرتے ہیں؟

عدالت عظمیٰ میں اس کیس کی سماعت کے دوران فاضل جج صاحبان نے ریمارکس دیے کہ وہ جج ہیں دین کے عالم نہیں ہیں۔ جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عالم دین نہیں ہیں تو انہیں یہ مسئلہ علماء دین سے پوچھنا چاہیے اور ان کی رائے پر عمل کرنا چاہیے۔ اس کے لیے وہ اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی رجوع کر سکتے ہیں اور وفاقی شرعی عدالت سے بھی اور سارے مکاتب فکر کے علماء کرام کے متفقہ فتاویٰ بھی موجود ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ دین کے عالم نہیں ہیں تو اتنے نازک دینی اور شرعی مسئلے میں جو کروڑوں مسلمانوں کے لیے ایک جذباتی مسئلہ ہے اور انہیں مشتعل کر سکتا ہے، انہوں نے فیصلہ کیوں کیا ہے؟ اور اگر فیصلہ کرنا ہی تھا تو وہ موقف کیوں اختیار کیا ہے جسے سارے علماء کرام اور اسلام پسند وکلاء اور عوام غیر شرعی سمجھتے ہیں؟ اور وہ موقف کیوں اختیار نہیں کیا جو سارے علماء کرام اور عوام کے نزدیک صحیح ہے؟

۴۔ ہماری عدالتوں کے جج دین کے عالم کیوں نہیں ہیں؟

عدالت عظمیٰ کے ججوں نے کہا ہے کہ وہ دین کے عالم نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ دین کے عالم کیوں نہیں ہیں؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جس کا آئین اسلامی ہے، جس کا مذہب اسلام ہے، جہاں اسلام کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا، جہاں قرآن حکیم کی تعلیم اور عربی زبان کی تعلیم دینا دستوری تقاضا ہے، جہاں لوگوں کو اسلامی ماحول مہیا کرنا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر دستوری ضرورت ہے وہاں کی سب سے بڑی عدالت کے قاضیوں (ججوں) کا یہ کہنا کہ ہم دین کے عالم نہیں ہیں کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟ سوال یہ ہے کہ اسلامی مملکت پاکستان کے قاضی کیوں دینی علم نہیں رکھتے؟ ہمارے لاء کالجوں میں شرعی قانون کی تعلیم کیوں نہیں دی جاتی؟ وہاں عربی

کیوں نہیں پڑھائی جاتی؟ کیا یہ حکومت کی ذمہ داری نہیں؟ ہمارے علماء اور دینی جماعتیں یہ کام کیوں نہیں کرتیں؟ مسلمان وکیلوں کی بار ایسوسی ایشنز یہ مطالبہ کیوں نہیں کرتیں؟ کوئی ہے جو ان باتوں پر سوچے، ان کا جواب دے اور ان پر عمل کرے؟

۵۔ پاکستان میں غیر شرعی قوانین کیوں بنائے گئے ہیں؟

ایک سوال یہ بھی ہے کہ ملک میں غیر شرعی قوانین کیوں بنائے گئے ہیں؟ مثلاً دہشت گردی کی تعریف غیر شرعی ہے۔ 302-B کے تحت تعزیر کی سزا بھی موت ہے جو کہ 302-A کے تحت قصاص سے کم ہونی چاہیے۔ عائلی قانون کے بعض اجزاء اور قوانین حدود میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں علماء کی اکثریت انہیں غیر شرعی سمجھتی ہے۔ سود کی اجازت دینے والے قوانین بھی غیر شرعی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حکومت ان قوانین کو اسلام کے مطابق کیوں نہیں بدلتی؟ اور علماء اور دینی جماعتیں ان قوانین کو مطابق اسلام بنانے کے لیے وفاقی شرعی عدالت میں کیوں نہیں جاتے؟ اور دوسرے راستے کیوں اختیار نہیں کرتے؟ اسی طرح عدالتوں میں کئی فیصلے خلاف اسلام ہوئے ہیں ان کو بھی چیلنج کیا جانا چاہیے تا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں شریعت کا تحفظ اور غلبہ ہو سکے۔

حاصل بحث

حاصل بحث یہ کہ پاکستان کے سارے مسالک کے علماء کرام یہ کہہ رہے ہیں کہ شاتم رسول کو مارنے والے کی سزا کے حوالے سے ممتاز حسین قادری کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ غیر اسلامی اور غیر شرعی ہے۔ یہ قرآنی آیات، احادیث رسول، اسوۂ رسول اکرم ﷺ اور اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کے چودہ سو سالہ تعامل و اجماع کے خلاف ہے۔ دین دار وکلاء بھی اس فیصلے کو خلاف شریعت اور خلاف آئین قرار دے رہے ہیں اور پاکستانی عوام میں اس حوالے سے شدید بے چینی پائی جاتی ہے جو کسی بھی وقت لاوا بن کر پھٹ سکتی ہے اور حکومت اور ملک کے امن واستحکام کو خطرے میں ڈال سکتی ہے اس لیے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ

☆ سپریم کورٹ کے جج صاحبان کو چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی فرمائیں اور اس معاملے کا فیصلہ قرآن وسنت کی بنیاد پر اور آئین کے اسلامی ڈھانچے کی روشنی میں کریں خواہ ملکی قوانین اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

☆ مقننہ 295-C میں ترمیم کرے اور شاتم رسول کو مارنے والی سزا کے حوالے سے شرعی قانون کو اس کا جزو بنائے۔ نیز 2A میں ترمیم کر کے قرار داد مقاصد کو آئین کی دوسری دفعات پر صراحتاً غالب کرے تا کہ واضح الفاظ میں اور حتمی طور پر یہ طے پا جائے کہ قرآن وسنت آئین پر غالب ہیں اور آئین وقوانین کی دفعات قرآن وسنت کے خلاف ہونے کی بناء پر چیلنج کی جاسکتی ہیں اور یہ کہ عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ کا ہر حکم اور فیصلہ اس بنیاد پر چیلنج کیا جاسکتا ہے کہ وہ خلاف قرآن وسنت ہے۔

☆ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک اور معاشرے کے استحکام اور وسیع تر مفاد کی خاطر ہماری مندرجہ بالا تجاویز پر عمل درآمد کرانے میں دلچسپی لے اور پاکستانی معاشرے کی اسلامائزیشن خصوصاً تعلیم اور میڈیا اور بالخصوص قانون کی تعلیم کی اور عدالتی نظام کی اسلامائزیشن کے لیے سنجیدہ اقدامات کرے تا کہ ہماری عدالتوں کے جج نہ صرف شرعی علوم کے ماہر ہوں بلکہ ان کی تربیت بھی اسلامی ماحول میں ہوتا کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق فیصلے کر سکیں۔

هذا من عندنا والعلم عند الله

ڈاکٹر محمد امین کی چند اہم تصانیف



اسلام اور عصر حاضر کے اہم عناوین خصوصاً تعلیم وتزکیہ، مغربی فکر وتہذیب،
مسلم نشاۃ ثانیہ، اسلام اور مغرب، مسلم فرد، معاشرہ اور ریاست کے کردار
پر جاندار اور فکر انگیز مباحث کے لیے

ماہنامہ **البرہان** کا مطالعہ کیجیے

مکتبہ البرہان

180 پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور54570

فون:0322-6871909 Email:ermpak@hotmail.com